ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت

پروفیسر محمد اسلم
سابق صدر شعبۂ تاریخ
پنجاب یونیورسٹی
لاہور

ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان، دانشگاہِ پنجاب، لاہور

انتشارات ادارۂ تحقیقات پاکستان

شمارہ ۸۵

تشکر

ادارہ تحقیقات پاکستان متروکہ وقف املاک بورڈ حکومت پاکستان کی مالی امداد کا ممنون ہے جس کی وجہ سے ادارے کے لئے تصنیف و تالیف کا کام آسان ہو گیا ہے۔

ISBN : 969 - 425 - 084-6

طبع اول : مارچ ۱۹۹۵ء

قیمت : -/۲۴۰ روپے

طابع : ایس - ایم - اظہر رضوی

مطبع : اظہر سنز پرنٹرز، ۱۰۸ لٹن روڈ، لاہور

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو بصدِ ادب
اپنے شیخِ طریقت
حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب حقّی
کے نام معنون کرتا ہوں
جن سے میں نے اللہ کا نام سیکھا

بگیر این ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

فہرست

ملفوظاتِ

شیخ وجیہہ الدین گجراتیؒ

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں "ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدین گجراتیؒ" کے عنوان سے ایک نادر مخطوطہ محفوظ ہے جس میں احمد آباد کے اس عظیم بزرگ کی چند مجالس کے ملفوظات قلم بند ہیں[1] اس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں بھی محفوظ ہے جس کی مائیکرو فلم شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے[2] راقم الحروف نے جب ان کا تقابل کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سر مو کوئی فرق نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دونوں مخطوطے مکمل ہیں ورنہ ان کا اختصار دیکھ کر یہی گمان گزرتا کہ شاید یہ کسی ضخیم مخطوطے کے چند جز ہیں۔ علی گڑھ والے مخطوطہ کے سرورق پر ـــ ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدین گجراتیؒ ـــ درج ہے لیکن بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ شیخ کے ایک مرید نے ـــ بحرالحقائق ـــ کے عنوان سے ان کے ملفوظات جمع کیے تھے[3] مولوی صاحب نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ ہو سکتا ہے کہ ملفوظات کے اس مجموعہ کا اصل نام "بحر الحقائق" ہو۔ مرتب نے متن میں ایک موقعہ پر اپنا نام ـــ العبدالفقیر الحقیر محمد ـــ تحریر کیا ہے۔ شیخ کے تلامذہ میں شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوریؒ (م ۱۶۳۰ء) کا نام سر فہرست نظر آتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ شیخ کے ملفوظات اسی فاضل نے جمع کیے ہوں۔

۱- ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدین گجراتیؒ، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، مخطوطہ نمبر ۲۱ / ۲۲۱، فارسیہ تصوف۔

۲- ایضاً "انڈیا آفس لائبریری، مخطوطہ دہلی کلکشن نمبر (۱) ۸۵۴

۳- محمد یوسف کھٹکھٹے (مترجم)، مجموعہ حالاتِ حضرت شاہ وجیہہ الدین علوی" گجراتی، مطبوعہ مطبع شمالی بمبئی، ص ۳۔

شیخ وجیہہ الدینؒ کی ابتدائی زندگی

شیخ وجیہہ الدینؒ کا شمار برِعظیم پاک و ہند کے نامور اولیاء اللہ اور اہل قلم حضرات میں ہوتا ہے۔ ان کا شجرۂ نسب سترہ واسطوں سے امام محمد تقیؒ سے ملتا ہے۔ ان کے مورثِ اعلیٰ سید بہاء الدین المکی سلاطینِ گجرات کے عہد میں عرب سے آ کر چانپانیر (محمد آباد) میں آباد ہو گئے۔ گجرات میں یہ خاندان علوی مشہور ہوا۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ گجرات کا ایک حکمران سادات کو ملازم رکھنا سوئے ادب سمجھتا تھا' اس لئے اس خاندان کے افراد خود کو علوی کہلانے لگے۔[۱]

شیخ وجیہہ الدینؒ ۲۲ محرم الحرام ۹۱۰ھ / ۱۵۰۴ء کو چانپانیر میں پیدا ہوئے۔ "شیخ" سے سالِ ولادت برآمد ہوتا ہے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا شمس الدینؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد حدیث کا درس اپنے ماموں ابو القاسمؒ سے لیا اور اس فن کی تکمیل علّامہ محمد بن محمدؒ سے کی۔ آخر میں حضرت ابو البرکات بنبانی عباسیؒ کو حدیثیں سنا کر ان سے سَند لی[۲] موصوف نے علوم عقلیہ ابوالفضل مظہر الدین گازرونیؒ اور علّامہ عماد الدین محمد بن محمود الطارمیؒ سے پڑھے[۳] مؤخر الذکر بزرگ کو شیخِ اجل علّامہ جلال الدین دوانیؒ (م ۱۵۰۱ء) سے تلمذ تھا[۴]

تکمیل سلوک

شیخ وجیہہ الدینؒ نے چشتیہ اور مغربیہ سلسلوں کی تعلیم اپنے والد شیخ نصراللہ بن عماد الدین علویؒ سے پائی۔ وہ ایک پڑھے لکھے اور صاحبِ حال بزرگ تھے اور پاتری میں منصبِ قضاء پر فائز تھے[۵] شیخ وجیہہ الدینؒ نے کچھ عرصہ شیخ قاضی خان چشتی نہروالی المعروف بہ شیخ قاضنؒ کی صحبت میں رہ کر ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا[۶] موصوف کے مشائخِ طریقت میں بڈھ بن ابوالقاسمؒ کا نام بھی ملتا ہے۔ ان سے انہوں نے سہروردیہ سلسلہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اسی طرح انہوں نے شیخ نجم الدین بن شیخ علی خطیبؒ سے ذکر و حلقہ کرنے کی اجازت حاصل کی[۷]

۱۔ چانپانیر' بڑودہ سے گودھرہ جانے والی ریلوے لائن پر بڑودہ سے چھٹا ریلوے اسٹیشن ہے اور بڑودہ سے اس کا فاصلہ ۳۸ کلو میٹر ہے۔
۲۔ خلیق احمد نظامی' حیات شیخ عبدالحق محدّثؒ دہلوی' مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء ص ۹۸۔
۳۔ عبدالحي لکھنوی' نزہتہ الخواطر' مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۹۵۴ء' ج ۴' ص ۳۸۵۔
۴۔ عبدالباقی نہاوندی' مآثر رحیمی' مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۱ء' ج ۳' ص ۱۷۔
۵۔ پاتری' احمد آباد سے جانب مغرب رَن کچھ کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے۔ احمد آباد سے اس کا فاصلہ ۹۳ کلو میٹر ہے۔
۶۔ عبدالحي لکھنوی' کتاب مذکورہ بالا' ص ۳۸۵۔
۷۔ محمد یوسف کھنکھٹے' کتاب مذکورہ بالا' ص ۷۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ جب ان پر جذبۂ شوق کا غلبہ ہوتا تو سیّد کبیر الدین مجذوبؒ[1] کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دردِ دل کی شکایت بتا کر علاج کی درخواست کرتے[1]۔ آخر میں شیخ وجیہہ الدینؒ نے حضرت محمد غوث گوالیریؒ کے دستِ حق پرست پر عشقیہ سلسلہ میں بیعت کر لی[2]۔ ان کے بیعت ہونے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔

شیخ محمد غوث گوالیری کی گجرات میں آمد

شیخ وجیہہ الدینؒ کے مرشد حضرت محمد غوث گوالیریؒ، ہمایوں اور شیر شاہ سوری کے جھگڑے میں ہمایوں کے طرف دار تھے۔ جب شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دے کر عنانِ حکومت سنبھالی تو وہ حضرت محمد غوثؒ کے درپے آزار ہوا۔ ان حالات میں حضرت والا گوالیار سے ترک سکونت کر کے گجرات تشریف لے گئے[3]۔ گجرات میں قیام کے دوران میں وہاں کے علماء نے، جن میں شیخ علی متقیؒ صاحبِ کنز العمال پیش پیش تھے، ان کی مخالفت شروع کر دی۔

شیخ عبدالحق محدثؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے گجرات نے ان کی مخالفت ان کے بعض رسائل کی بنا پر، جسے لوگ "معراج نامہ" کہتے ہیں، کی تھی[4]۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس عنوان سے انہوں نے کوئی الگ رسالہ تصنیف نہیں فرمایا تھا، جیسا کہ ان کے بعض تذکروں میں مرقوم ہے، بلکہ بعض رسائل میں انہوں نے اپنے معراج کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا، لوگ اسے "معراج نامہ" کہنے لگے تھے۔

حضرت محمد غوث گوالیریؒ کے احوال و آثار پر مشہور ادیب پروفیسر محمد مسعود احمد نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ انہیں بھی اس تصنیف کا سراغ نہیں مل سکا۔ موصوف کہتے ہیں کہ علامہ اقبال کو بھی اس رسالہ کی بڑی تلاش رہی اور انہوں نے اس سلسلے میں خط و کتابت بھی کی لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملا[5]۔

شیخ عبدالحق محدثؒ کی تحریر سے راقم الحروف نے یہ اخذ کیا ہے کہ شیخ گوالیریؒ نے معراج نامہ کے عنوان سے کوئی الگ کتاب تصنیف نہیں کی۔ موصوف نے اپنی ایک تصنیف۔۔۔ اورادِ

۱- خلیق احمد نظامی، کتاب مذکورہ بالا، ص ۹۸۔

۲- عشقیہ سلسلہ خواجہ محمد اعرابی یزید عشقیؒ کی طرف منسوب ہے۔ ان کا نام شطاریہ سلسلہ کے شجرہ میں حضرت محمد غوث گوالیریؒ سے اوپر دسویں نمبر پر ہے۔ ملاحظہ ہو: اورادِ غوثیہ۔

۳- فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۶ء، ص ۳۸۹۔

۴- عبدالحق محدثؒ، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ، ص ۲۵۲۔ "واقعہ انکار علمائے گجرات بروی بتقریب بعضے رسائل وے کہ مردم آن را معراج نامہ گویند، مشہور است۔"

۵- محمد مسعود احمد، شاہ محمد غوث گوالیریؒ، مطبوعہ میر پور ۱۹۵۴ء، ص ۱۲۱۔

غوثیہ--- میں کئی بار اپنے معراج کا ذکر کیا ہے[1] علمائے گجرات نے اسی تحریر کو "معراج نامہ" کا نام دے کر ان کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی اور شیخ علی متقیؒ نے ان کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا۔ سلطان محمد شاہ ثالث (۱۵۳۷ء۔ ۱۵۵۳ء) پر شیخ وجیہہ الدینؒ کا بڑا اثر تھا[2] اس لئے اس نے ان کی اجازت کے بغیر اس فتویٰ پر عمل روک دیا۔ جب وہ فتویٰ شیخ موصوف کی خدمت میں بھیجا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ شیخ محمد غوث گوالیریؒ سے نہ مل لیں اس وقت تک فتویٰ پر عمل نہیں کریں گے۔ جب ان کی شیخ موصوف کے ساتھ ملاقات ہوئی تو وہ ان کا جمالِ عالم آراء دیکھ کر ان کے گرویدہ ہو گئے اور وہ فتویٰ چاک کر ڈالا۔ جب شیخ علی متقیؒ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ شیخ وجیہہ الدینؒ کے پاس پہنچے اور اپنے کپڑے پھاڑ کر یوں گویا ہوئے:

چرا بہ شیوع بدعت و وقوع رخنہ در دین راضی می شوید۔	بدعت کی اشاعت اور دین میں رخنہ پیدا کرنے میں تم کس طرح راضی ہو گئے۔

شیخ وجیہہ الدینؒ نے جواب دیا: "ہم لوگ اہلِ قال ہیں اور شیخ اہلِ حال۔ اس لئے ہم ان کے احوال و کیفیات کو نہیں سمجھ سکتے۔ یوں بھی شریعت کی نظر میں ان کا دعویٰ قابلِ گرفت نہیں ہے[3]

راقم الحروف نے "اورادِ غوثیہ" کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت گوالیریؒ کو "معراج" عالمِ رؤیا میں ہوا تھا۔ مفتی غلام سرور لکھتے ہیں کہ جب علمائے گجرات نے ان کے خلاف فتویٰ جاری کیا تو حضرت گوالیریؒ نے اپنی صفائی میں یہ کہا "این معراج مرا در عالمِ واقعہ بوقوع آمدہ است نہ در ہوش[4]" اس لئے حضرت وجیہہ الدینؒ کا یہ مؤقف بالکل صحیح تھا کہ ان کا یہ دعویٰ قابلِ گرفت نہیں ہے۔

شیخ علی متقیؒ، شیخ وجیہہ الدینؒ کے گھر سے رنجیدہ ہو کر نکلے اور انہوں نے سلطان سے جا

۱۔ محمد غوث گوالیریؒ، اورادِ غوثیہ، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، مخطوطہ ۲۱ / ۱۳۱، فارسی تصوف۔

۲۔ ڈاکٹر زبید احمد، عربی ادبیات میں ہند و پاکستان کا حصہ، (انگریزی) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۲۷۳۔

۳۔ عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء ج ۳، ص ۴۳۔

۴۔ مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ کانپور ۱۹۱۴ء، ج ۲، ص ۳۳۴۔

کر کہا کہ وہ ایسے ملک میں نہیں رہ سکتے جہاں لوگ باطل کو تقویت دیتے اور حق کو پامال کرتے ہوں۔ انہوں نے گجرات سے ترکِ سکونت کا مصمم ارادہ کر لیا اور دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔[1]

محمد غوث گوالیریؒ سے بیعت

حضرت محمد غوث گوالیریؒ کی گجرات میں آمد سے قبل شیخ وجیہہ الدینؒ متعدد شیوخ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منازل طے کر چکے تھے لیکن جیسا شیخ وہ چاہتے تھے ویسا انہیں نہیں ملا تھا۔ جب ان کی حضرت گوالیریؒ سے پہلی ملاقات ہوئی تو ان کا دل پکار اٹھا:

آخر آمد آن یارے کہ ما می خواستیم

شیخ وجیہہ الدینؒ نے اپنا سرِ نیاز ان کے سامنے خم کر دیا اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ محمد غوثی منڈوی تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ گوالیریؒ سے بیعت ہونے کے بعد شیخ وجیہہ الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ موصوف ان کی صحبت میں رہ کر بڑے قلیل عرصہ میں مسِ خام سے طلائے خالص بن گئے ہیں۔[2] شیخ موصوف اگرچہ علم و فضل کے اعتبار سے اپنے مرشد سے بہت آگے تھے لیکن اس کے باوجود وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ حضرت گوالیریؒ کی ملاقات سے پہلے خدا کو نہیں جانتے تھے، انہیں ان کے شیخ نے ہی خدا تک پہنچایا ہے۔[3]

تکمیلِ سلوک کے بعد جب حضرت گوالیریؒ نے انہیں چودہ سلاسلِ تصوّف میں خلافت عطا فرمائی تو انہوں نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں چودہ سلاسلِ تصوّف کی جو نعمت ملی ہے اس کی علیحدہ علیحدہ لذّت محسوس کریں گے۔[4]

شطاریہ سلسلہ

حضرت شیخ وجیہہ الدینؒ شطاری سلسلے سے وابستہ تھے۔ اس سلسلے سے وابستہ بزرگوں نے قرونِ وسطیٰ میں گجرات، کاٹھیاواڑ، مدھیہ پردیش، بہار، انڈونیشیا، ملائیشیا اور حرمین شریفین میں تصوّف

---

۱ - عبدالصمد انصاری، اخبار اصفیاء، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لندن، اتھے ۶۴۱، ورق ۵۰ ب۔
۲ - محمد غوثی منڈوی، گلزارِ ابرار (اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۳۰۶۔
۳ - شیخ محمد، ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدین گجراتیؒ، ورق ۷ ب۔
۴ - ایضاً، ورق ۲ الف۔

کے اس سلسلے کو بڑا فروغ دیا اور تصوّف کے موضوع پر متعدد بلند پایہ کتابیں تحریر کیں، لیکن اس کے باوجود اس سلسلے کے بارے میں ہماری معلومات ناکافی ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے طبع ہونے والے اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ میں "شطاریہ" کے عنوان سے مشہور مستشرق مارگولیتھ کا اب سے غالباً نصف صدی قبل لکھا ہوا ایک مختصر سا شذرہ شامل ہے، جس میں شطاریوں کے بارے میں سطحی سی باتیں ہیں[1] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شہرۂ آفاق مؤرخ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی نگرانی میں ایک ریسرچ اسکالر سے شطاریہ سلسلہ پر پی ایچ ڈی کا ایک مقالہ لکھوایا ہے، جو اس وقت راقم الحروف کی دسترس سے باہر ہے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے آپ کو شطاری اس لئے کہتے ہیں کہ سلوک اور طریقت میں دوسرے سلسلوں کے بزرگوں سے زیادہ تیز اور سرگرم (شطار) ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہ کر سخت ریاضتیں کرتے تھے اور ان سے غیر معمولی افعال و تصرّفات منسوب کئے جاتے تھے[2] مارگولیتھ کا خیال ہے کہ شاطر اس صُوفی کو کہتے ہیں جو علائقِ دنیوی سے کاملاً قطع تعلق کر چکا ہو[3] وہ لکھتا ہے کہ یہ لوگ نفی کو غیر ضروری سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں اور اثبات سے غرض رکھتے ہیں۔ ان کی یہ رائے ہے کہ نفی کی طرف متوجہ ہونا محض تضیعِ اوقات ہے۔ اس سلسلہ سے وابستہ صُوفی کبھی شکوہ و شکایت زبان پر نہیں لاتے۔ انہیں جو مل جاتا ہے کھا لیتے ہیں اور ہر وقت منعمِ حقیقی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ توحید کے بارے میں ان کی یہ رائے ہے کہ توحید ایک سمجھنا، ایک کہنا، ایک دیکھنا اور ایک ہونا ہے[4]

مارگولیتھ اور شیخ محمد اکرام نے شطاریوں کی تصانیف دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ورنہ انہیں شطاری سلسلہ کے بارے میں بڑی اچھی معلومات مل جاتیں۔ شمالی ہندوستان میں سب سے پہلے شیخ عبداللہ شطاریؒ نے اس سلسلے کو متعارف کرایا۔ ان کے بعد شیخ ظہور حاجی حصورؒ نے روحانی حلقوں میں بڑا نام پیدا کیا[5] ان کے بعد ان کے خلیفہ شیخ محمد غوث گوالیریؒ نے اسے

۱۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ۱۱، ص ۷۳۴۔

۲۔ شیخ محمد اکرام، رودِ کوثر، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۳۵۔

۳۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، ج ۱۱، ص ۷۳۴۔

۴۔ ایضاً، ص ۵ - ۷۳۴۔

۵۔ سطحی قسم کے تذکروں میں شیخ ظہور کو حاجی حضور لکھا ہوا ملتا ہے۔ ان کا لقب حضور نہیں بلکہ حصور ہے۔ قرآن مجید میں یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت آئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:
سیداً و حصوراً و نبیاً من الصالحین

عوام میں مقبول بنایا۔ شیخِ موصوف نے جواہرِ خمسہ' اورادِ غوثیہ اور بحر الحیاۃ کے عنوان سے تصوّف کے موضوع پر کتابیں لکھیں جن سے شطاریوں کی تعلیمات اور ان کے طور طریقوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ بحرالحیاۃ دراصل اُمرت کُنڈ نامی ویدانت اور تنتر ازم کے موضوع پر ایک سنسکرت کتاب کا فارسی ترجمہ ہے[1] اس میں شیخ موصوف نے اپنے رُوحانی تجربات بھی قلمبند کئے ہیں۔ ترجمے کا مقصد مسلمانوں کو ویدانت سے روشناس کرانا اور تصوّف اور ویدانت میں تطبیق کی کوشش کرنا ہے۔

شیخ محمد غوث گوالیریؒ نے شطاری سلسلے کے اُصول مرتب فرمائے ہیں۔ موصوف نے اپنی تصنیف اورادِ غوثیہ میں اپنے مریدوں کو ۲۲ وصیتیں کی ہیں۔ ان سے اس سلسلہ کی تعلیمات پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

شیخ وجیہہ الدینؒ کو حضرت گوالیریؒ نے چودہ سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت دی تھی۔ لیکن وہ طالبوں کو صرف شطاری سلسلہ میں بیعت کیا کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے اپنی مجلس میں فرمایا:

سلوکِ شطاری از ہمہ سلوک اسہل و از ہمہ انفع[2]	شطاری سلسلہ دوسرے تمام سلاسل سے آسان تر اور سب سے زیادہ نفع دینے والا ہے۔

اسی طرح آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے سلاسلِ تصوّف میں عظمت اور کرامات بہت ہیں اور شطاریہ سلسلے میں ترقیٔ باطن بیشمار ہے[3] ایک بار شیخ وجیہہ الدینؒ نے اپنے مرشد سے کثرتِ صوم کی جگہ دوامِ صوم کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنی چاہیے[4] شیخ وجیہہ الدینؒ بھی اپنے مریدوں کو کثرتِ صوم اور دوامِ صوم سے منع کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان سے کہا کہ فلاں شخص بڑی ریاضت کرتا ہے اور کثرت سے روزے رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے باطن سے بے خبر ہے[5] ایک مرید نے ان سے دوامِ صوم کے بارے میں استفسار کیا

---

۱ ۔ محمد غوثؒ' بحرالحیاۃ' مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری لنڈن' ا تھے ۲۰۰۲ مائیکرو فلم عندی۔

۲ ۔ شیخ محمد' ملفوظات شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی' ورق ۸ ب۔

۳ ۔ محمد یوسف متکلمے' کتاب مذکورہ بالا' ص ۳۶۔

۴ ۔ شیخ محمد' ملفوظات شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی' ورق ۵ الف' ۵ ب۔

۵ ۔ ایضاً' ورق ۸ ب۔

تو انہوں نے فرمایا کہ اسے مغلوں سے یہ سبق سیکھنا چاہئے۔ وہ گھوڑے کو بکثرت کھلاتے اور خوب دوڑاتے ہیں۔ انہوں نے مرید سے کہا کہ نصف شب کی بیداری' ایام بیض اور پیر اور جمعرات کے روزے اس کے لئے کافی ہیں[1]

شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ خلوت میں شغل کرنے سے اخلاق ذمیمہ ختم ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے ہیں۔ موصوف اگر کسی مرید کو تلاوت کرتے ہوئے دیکھتے تو اسے کہتے کہ وہ تلاوت کر رہا ہے شغل کیوں نہیں کر رہا اور اگر کسی کو کسی کے لئے پانی لئے ہوئے جاتا دیکھتے تو اس سے کہتے کہ وہ ایسے فضول کام میں کیوں وقت ضائع کر رہا ہے' شغل کیوں نہیں کرتا[2] آپ نے ایک بار حاضرین سے کہا کہ سالک جو ذکر و شغل زیادہ ذوق و شوق سے کر سکتا ہو' اسے وہی کرنا چاہئے کیونکہ اس کی ترقی اسی پر منحصر ہے۔ ایک روز ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ کتابیں پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس سے عقیدہ محکم ہوتا ہے۔ اتفاق سے مولانا خلیفہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ علم حکمت پڑھنے سے عقیدہ میں تردد ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کا پڑھنا ترک کر دو[3]

قرون وسطیٰ میں فلسفہ کے خلاف دینی حلقوں میں ایک عام نفرت پائی جاتی تھی۔ شاہ غلام دہلوی کے ملفوظات۔۔ دُرّ المعارف۔۔ میں درج ہے کہ انہوں نے ایک روز بو علی سینا کی کوئی کتاب پڑھنی شروع کی۔ ابھی انہوں نے ایک صفحہ ہی پڑھا ہو گا کہ انہوں نے اپنے قلب پر سیاہی محسوس کی۔ شاہ صاحب نے فوراً وہ کتاب رکھ دی اور کلمۂ شہادت پڑھ کر اس تاریکی کو دُور کرنے میں مصروف ہو گئے[4]

دسویں صدی کے ایک نامور عالم مولانا فضل اللہ بن رُوز بھان اصفہانیؒ (م ۱۵۲۱ء) نے عبیداللہ خان اُزبک (م ۱۵۳۹ء) والئی بخارا کو مشورہ دیا تھا کہ وہ دینی مدارس میں فلسفہ کی تعلیم ختم کر دے۔ مولانا فرماتے ہیں:

بر شیخ الاسلام واجب باشد کہ از تعلیم آن منع کند' و اصلاً نگزارد کہ کسی بدرس و افادہ آن مشغول گردد۔ و جمیع فسادات کہ	شیخ الاسلام پر واجب ہے کہ وہ فلسفہ پڑھانے سے منع کرے اور وہ کسی شخص کو بھی اس کے دَرس یا اس سے استفادہ کا

---

۱ - ایضاً" ورق ۵۔

۲ - ایضاً" ورق ۲ الف۔

۳ - ایضاً" ورق ۸ الف۔

۴ - شاہ رؤف احمدؒ' دُرالمعارف' مطبوعہ استانبول' ۱۹۷۴ء' ص ۱۳۸۔

در اسلام ناشی شدہ، منشاء آن اشتہار علوم فلاسفہ است[1]	موقعہ نہ دے۔ اسلام میں جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں ان کا سبب فلاسفہ کے علوم کی اشاعت ہے۔

شیخ وجیہہ الدینؒ کے ایک مرید میاں شیخ صالح نے بعض کتابیں نقل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:

"ہم شطاری ہیں، اس لئے ہم ایسے کاموں سے سروکار نہیں رکھتے ہم تو توحید میں غرق رہتے ہیں[2]"

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ان کے نزدیک شریعت اور حقیقت ہیں، طریقت نہیں ہے۔ جب کوئی اپنی روحانی منازل طے کر لیتا ہے تو پھر اس حالت کو طریقت کہتے ہیں[3] بعض ناخواندہ صوفی ولایت کو نبوّت سے افضل سمجھتے ہیں۔ حضرت وجیہہ الدینؒ نے ایک روز فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی ولی کو نبی پر فضیلت دے تو اسے قید کر دیں اور جب تک وہ اس "عقیدۂ فاسدہ" سے تائب نہ ہو، اسے رہا نہ کریں[4]

نبی اور ولی کے مقام کا فرق بیان کرتے ہوئے خواجہ عبیداللہ ابن حضرت باقی باللہؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: نہایات الصدیقین اوّل احوال الانبیاء۔ اس کی تشریح موصوف یوں کیا کرتے تھے کہ اگر احوال الانبیاء کو پانی سے بھری ہوئی ایک مشک سے تشبیہ دی جائے تو نہایات الصدیقین کی مثال اس طراوت جیسی ہو گی جو مشک کی سطح پر آ جاتی ہے (یعنی قطرۂ آب بھی نہیں)[5] خواجہ صاحبؒ نے ابو العباس ابنِ عطار اریؒ کا قول نقل کیا ہے:

ادنیٰ منازل المرسلین اعلیٰ مراتب الانبیاء
ادنیٰ مراتب الانبیاء اعلیٰ مراتب الصدیقین
ادنیٰ مراتب الصدیقین اعلیٰ مراتب الشہداء
ادنیٰ مراتب الشہداء اعلیٰ مراتب الصالحین

---

۱ - فضل اللہ بن روز بہان، سلوک الملوک، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۹۶۶ء ص ۶۷۔
۲ - شیخ محمد، ملفوظات شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی، ورق ۳ ب۔
۳ - ایضاً" ورق ۲ الف۔
۴ - ایضاً" ورق ۳ الف۔
۵ - عبیداللہ، مبلغ الرجال، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، یونیورسٹی کلکشن نمبر ۱۹۱، ورق ۲۴ ب

ادنیٰ مراتب الصالحین اعلیٰ مراتب المومنین

خواجہ عبیداللہؒ، حضرت ابوبکر کلاباذیؒ کی شرح تعرّف کے حوالے سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ اس پر اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی بلند پایہ اور قوی مایہ کیوں نہ ہو وہ انبیاء کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔[۱]

ان اکابر اولیاء کے مقابلے میں صوفیائے خام کے اس قول کی کیا وقعت ہے کہ ولایت نبوّت سے افضل ہے۔

جامع ملفوظات رقم طراز ہیں کہ ایک بار دو ہندو جوگی شیخ وجیہہ الدینؒ کی شہرت سن کر ان کے مرید ہونے آئے۔ حضرت انہیں اپنے حجرے میں لے گئے اور تلقین کے بعد انہیں رخصت کر دیا۔ کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے جوگیوں کو مرید کر لیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "استغفر اللہ! میں کسی کافر کو مرید نہیں کرتا' البتہ تلقین کر دیتا ہوں۔ شاید وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔[۲]"

شیخ وجیہہ الدینؒ اپنے مریدوں کو بعض اوراد کے وظیفہ کے دوران میں گوشت خوری سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ البتہ جو شخص ذکرِ جہر کرنے کی اجازت چاہتا تھا' اسے مرغن شوربا استعمال کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔[۳]

حضرت وجیہہ الدینؒ کے ملفوظات میں "موکلان اسماء" کا ذکر موجود ہے۔ ان کے مرشد حضرت محمد غوث گوالیریؒ اس فن کے امام تھے۔ ان کی ایک تصنیف جواہرِ خمسہ کا ایک باب دعوتِ اسماء اور تسخیرِ کواکب کے موضوع پر ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ فن اپنے مرشد سے سیکھا ہو گا۔

شیخ وجیہہ الدینؒ کا اخلاق و عادات

مولانا عبدالحیی لکھنویؒ شیخ موصوف کے بارے میں لکھتے ہیں:

و کان صاحب الصدق و اخلاص قانعا بالیسیر شریف النفس لا یمتاز عن آحاد الناس فی المجلس۔[۴]

وہ صدق و اخلاص کے پیکر' تھوڑے پر قانع اور شریف النفس تھے۔ وہ مجلس میں کسی بھی شخص سے ممتاز نظر نہیں آتے تھے۔

۱۔ محمد اسلم' تاریخی مقالات' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء' ص ۷۰' ۷۱۔
۲۔ شیخ محمد' ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی' ورق ۴ الف۔
۳۔ ایضاً' ورق ۵ ب۔
۴۔ عبدالحیی' نزہتہ الخواطر' ج ۴' ص ۳۸۵۔

شیخ وجیہہ الدینؒ، اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایک صفاتی نام ۔۔ الشافی ۔۔ کے عامل اور مظہر تھے۔ جمعہ کے روز مریضوں کی ایک بڑی تعداد ان کی خدمت میں حاضر ہوتی اور ان کی دعا سے شفا پاتی[۸]

شیخ کا علمی مقام

علوم ظاہری میں آپؒ کو بڑی قدرت اور ملکہ حاصل تھا۔ اکثر درسی کتابوں پر ان کی شرح اور حاشیہ موجود ہے[۱]۔ حدائق الحنفیہ کے فاضل مصنف نے ان کا شمار اس عہد کے نامور فقہاء اور محدثین میں کیا ہے[۲]۔ شیخ موصوف کا زیادہ تر وقت اپنے گھر یا مدرسے میں گزرتا تھا۔ انہوں نے دنیا داروں کے گھر نہ جانے کا عہد کیا تھا۔ ایک دو بار انہیں حکام وقت کی طلب پر مجبوراً جانا پڑا تو انہوں نے اس پر بڑی کراہت ظاہر کی[۳]۔ عبداللہ خویشگی کی روایت ہے کہ شیخ وجیہہ الدینؒ رات کو عبادت میں مصروف رہتے اور دن کے وقت اپنے مدرسہ میں طلبہ کو پڑھاتے تھے[۵]۔

محمد غوثی منڈوی لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں گجرات میں ایک رسم تھی کہ شادی کی رات گزرنے کے بعد صبح سویرے دلہا اور دلہن کو بنا سنوار کر تخت پر بٹھاتے اور چند رسمیں پوری کرتے تھے۔ شیخ موصوف کی شادی کے بعد یہ رسمیں ادا کرنے کا موقعہ آیا تو شیخ صاحب گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کے احباب ان کی تلاش میں نکلے تو ان کے والد بزرگوار نے فرمایا کہ انہیں پڑھنے پڑھانے کا شوق ہے اس لئے وہ ضرور مدرسہ میں ہوں گے۔ جب ان کے احباب انہیں تلاش کرتے ہوئے مدرسہ پہنچے تو انہیں درس میں مشغول پایا[۶]

عبدالباقی نہاوندی کی روایت ہے کہ برعظیم کے اکثر علماء شیخ وجیہہ الدینؒ کے شاگرد ہیں[۷]۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان کا فیض علم صرف گجرات تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ دُور دُور سے تشنگان علم ان کی خدمت میں اپنی پیاس بجھانے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔

انہوں نے تقریباً پچاس سال تک احمد آباد میں درس و تدریس اور رُشد و ہدایت کا ہنگامہ گرم رکھا[۸]۔ جامع ملفوظات کی روایت ہے کہ حضرت نے ایک دن اپنی مجلس میں اس بات

---

۱ ۔ عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء ج ۳، ص ۴۳۔

۲ ۔ دارا شکوہ، سفینۃ الاولیاء (اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء۔ ص ۲۴۳۔

۳ ۔ فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۶ء، ص ۳۸۸۔

۴ ۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء، ص ۳۹۴۔

۵ ۔ عبداللہ خویشگی، معارج الولایت، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۲۵ ۔ II، ورق ۵۵۳۔

۶ ۔ محمد غوثی منڈوی، گلزار ابرار (اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۴۰۸ ۔ ۴۰۹

۷ ۔ نظام الدین احمد، طبقات اکبری، مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۱ء، ج ۲، ص ۴۷۳۔

۸ ۔ شیخ محمد، ملفوظاتِ وجیہہ الدینؒ گجراتی، ورق ۹ ب۔

کا اعتراف کیا کہ ان سے چار لاکھ کے قریب افراد نے فیض حاصل کیا ہے۔ ایک دن انہوں نے فرمایا کہ ان کی خداتعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ ان کے دامن سے جو لوگ وابستہ ہیں وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہاں اور دین و دنیا میں سرخرو رہیں[1]

اردو کی ابتداء

ازمنہ وسطیٰ میں برِّعظیم پاک و ہند میں اگر کوئی ایسی جگہ تھی جہاں شاہ و گدا، امیر و غریب، گبر و مومن اور رند و پارسا بلا امتیاز اور بلا روک و ٹوک جمع ہو سکتے تھے تو وہ صوفیہ کرام کی خانقاہیں تھیں۔ حاضرین اپنی درخواستیں مشائخ کرام کی خدمت میں پیش کرتے اور وہ اپنا پیغام ان تک پہنچاتے۔ افہام و تفہیم کے اسی جذبے نے اردو زبان کو جنم دیا۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں جتنا اہم کردار خانقہی نظام نے ادا کیا ہے اتنا شاید ہی کسی دوسرے ادارے نے کیا ہو۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق اس ضمن میں لکھتے ہیں: "دلوں کو ہاتھ میں لانے کے لئے سب سے پہلے ہم زبانی لازم ہے۔ ہم زبانی کے بعد ہم خیالی پیدا ہوتی ہے۔ درویش کا تکیہ سب کے لئے کھلا تھا۔ بلا امتیاز ہر قوم و ملّت کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان کی زیارت اور صحبت کو موجب برکت سمجھتے۔ عام و خاص کی کوئی تفریق نہ تھی۔ خواص سے زیادہ عوام ان کی طرف جھکتے تھے۔ اس لئے تلقین کے لئے انہوں نے جہاں اور ڈھنگ اختیار کئے ان میں سب سے مقدم یہ تھا کہ اس خطّے کی زبان سیکھیں تاکہ اپنا پیغام عوام تک پہنچا سکیں۔ جتنے اولیاء اللہ سرزمینِ ہند میں آئے یا یہاں پیدا ہوئے وہ باوجود عالم و فاضل ہونے کے (خواص کو چھوڑ کر) عوام سے انہیں کی بُولی میں بات چیت کرتے اور تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ یہ بڑا گُر تھا اور صُوفیہ اسے خوب سمجھتے تھے"[2]

حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ (م ۱۲۳۶ء) کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ انہوں نے اجمیر جانے سے قبل ملتان میں کئی سال قیام کر کے "ہندوی" زبان سیکھی تھی[3] ان کے ایک خلیفہ سلطان التارکین صوفی حمیدالدین ناگوریؒ (م ۱۲۷۴ء) کے گھر میں "ہندوی" زبان بُولی جاتی تھی[4] سرکھیج (احمد آباد) کے نامور بزرگ شیخ احمد کھٹوؒ (م ۱۴۴۶ء) گوجری زبان سے بخوبی

۱ - ایضاً" ورق ۹ الف۔

۲ - مولوی عبدالحق، اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام، مطبوعہ یونین پریس دہلی، ص ۸۔

۳ - محمد اکرام، آبِ کوثر، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء، ص ۲۲۵۔

۴ - فریدالدین محمود، سرور الصدور، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، نمبر ۲۱ / ۶۱، فارسی تصوّف۔

واقف تھے[1] بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے والدین پنجاب کے رہنے والے تھے اس لئے موصوف مقامی زبان میں بڑی روانی سے گفتگو کر لیتے تھے۔ ان کا پنجابی کلام "بابے دی بانی" کے نام سے گرنتھ صاحب میں موجود ہے اور حال ہی میں پروفیسر محمد آصف نے اسے -- آکھیا بابا فریدؒ نے -- کے عنوان سے شائع کر دیا ہے[2] شاہ مینا لکھنویؒ (م ۱۴۷۹ء) کے ملفوظات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اور ان کے ایک مرید میاں داؤد پورب کے ساکنوں سے "ہندوی" زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے[3] حضرت شاہ عالم بخاریؒ (م ۱۴۷۵ء) گجراتی زبان سے واقف تھے اور گجراتیوں سے اسی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے[4] حضرت سید محمد الحسینی المعروف بہ بندہ نواز گیسو درازؒ (م ۱۴۲۲ء) کے بارے میں ان کے فرزند ارجمند محمد اکبر حسینیؒ لکھتے ہیں کہ موصوف سنسکرت زبان اور ہندوؤں کی دیومالا سے بخوبی واقف تھے[5] شیخ وجیہہ الدینؒ کے مرشد شیخ محمد غوث گوالیریؒ بھی سنسکرت زبان اور ہندوؤں کے علوم سے کماحقہ، واقف تھے۔ انہوں نے سنسکرت کی ایک کتاب اَمرت کُنڈ کا بحر الحیاۃ کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔

شیخ وجیہہ الدینؒ اور اُردو

شیخ وجیہہ الدینؒ کے ملفوظات میں جتنے اُردو فقرے اور الفاظ ملتے ہیں، اتنے کسی دوسرے بزرگ کے ملفوظات میں دیکھنے میں نہیں آئے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کو ان کے چھ اردو فقرے ملے تھے جو انہوں نے اپنی تصنیف -- اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام -- میں نقل کر دیئے ہیں[6] راقم الحروف کو ان کے ملفوظات کے مطالعے کے دوران میں ان کے متعدد فقرے مل گئے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ اردو کی ابتدائی نشوونما میں شیخ وجیہہ الدینؒ کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اردو زبان پر کافی عبور تھا اور وہ گجراتی میں بات چیت کرنے کی بجائے اردو میں گفتگو کرنا پسند فرماتے تھے۔ راقم الحروف کو یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اردو کی نشوونما صرف دہلی اور لکھنؤ میں ہی نہیں ہوئی بلکہ برعظیم کے مختلف صوبوں میں بھی اس سلسلے میں بڑا کام ہوا ہے۔

---

۱ - محمد اسلم، شیخ احمد کھٹو، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۲۔
۲ - محمد آصف، آکھیا بابا فریدؒ نے، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء۔
۳ - میر سید محی الدین رضوی، ملفوظاتِ شاہ میناؒ، مطبوعہ ہردوئی، ص ۲۰۶۔
۴ - سید جعفر بدر عالم، ملفوظاتِ شاہ عالمؒ، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، یونیورسٹی گلشن، نمبر ۱۳۴۔ فارسی تصوف، ورق ۳ الف۔
۵ - محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ، ص ۱۹۔
۶ - عبدالحق، اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام، ص ۳۱۔

ایک روز حضرت وجیہہ الدینؒ نے میاں صالح سے پوچھا کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ شراب پیتا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: "ولیوں کیا صفتاں ہوتیاں ہیں[1]" یعنی کیا ولیوں میں ایسی صفتیں ہوا کرتی ہیں؟ ایک روز کسی شخص نے کہا کہ میاں شیخ فضل اللہؒ نے درس و تدریس کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "جب ترقی کریں گے آپن درس کہیں گے[2]" ایک شخص نے کہا کہ ان کا فلاں مرید فلاں کام میں الجھ کر رہ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا "سب چھوڑ بیٹھے تو شتاب فایدہ ہو جاوے[3]" ایک دن آپ نے بازار میں فروخت ہونے والی کسی چیز کے بارے میں ان الفاظ میں استفسار فرمایا: "وہ کیا ہووے جو احمد آباد کے بازار میں بکے[4]" ان کے ایک مرید میاں صبغتہ اللہ کسی ایسے کام میں مشغول تھے جو حضرت کو پسند نہیں تھا۔ ایک دن وہ ملنے آئے تو آپ نے فرمایا "میاں صبغتہ اللہ چھوڑ دے[5]"

ایک روز کسی معتقد کے استفسار پر آپ نے فرمایا: "یک ہوں یا دو ہوں[6]" ایک دن کسی شخص نے آپ سے راستہ پوچھا تو آپ نے فرمایا "یوں اریتی چلیو جینو[7]" ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک واقف کار مل گیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا "تمہیں ا۔نہا رہتے ہو[8]؟" یعنی تم یہاں رہتے ہو؟ ایک روز آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا "میری تائیں کہیں خدمت کی جاتی ہے[9]" ایک شخص نے ریاضت و مجاہدہ کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا "تمہاری بلا ریاضت کرے[10]" ایک شخص نے حضرت کو کسی کام میں مشورہ دینا چاہا تو آپ نے فرمایا "منجہ تھی اوکی عقل ہے[11]" یعنی کیا تجھ میں مجھ سے زیادہ عقل ہے۔

جامع ملفوظات تحریر فرماتے ہیں کہ عطاء محمد نامی ایک شخص نے عالمِ نزع میں آپ سے

۱۔ شیخ محمد، ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی، ورق ۱۲ الف۔
۲۔ ایضاً" ورق ۹ الف۔
۳۔ ایضاً" ورق ۷ ب۔
۴۔ ایضاً" ورق ۸ الف۔
۵۔ ایضاً" ورق ۱۱ الف۔
۶۔ ایضاً" ورق ۱۲ الف۔
۷۔ ایضاً" ورق ۱۱ ب۔
۸۔ ایضاً" ورق ۱۲ الف۔
۹۔ ایضاً" ورق ۱۰ ب۔
۱۰۔ ایضاً"۔
۱۱۔ ایضاً"۔

ملاقات کرنا چاہی اور آپ کو پیغام بھیجا کہ تھوڑی دیر کے لئے اسے آ کر دیکھ جائیں۔ آپ نے قاصد سے کہا "فقیر پر فرض تو نہیں[1]" اس کے علاوہ آپ نے اسے یہ بھی کہلا بھیجا "ہوں مروں تو بھی کوئی نا رُو۔" ایک روز آپ نے ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا "ناقابل کہیں کا۔ برائے زر شلائیں ہو رہا ہے[2]" ایک مرید نے ان سے پوچھا کہ وہ کون سے کام نہ کرے؟ آپ نے فرمایا "بھو مزاج ہووے سو نکرے[3]" یعنی جو حرام ہو وہ نہ کرے۔ ایک دوسرے موقع پر آپ نے ایسے ہی سوالی سے کہا "بھو نداج ہووے سو ترک کرے۔" ایک شخص نے کسی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ فلاں چیز قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا "آپین جھک مار کر قبول کرے گا[4]" ایک دن آپ نے شیخ علی متقیؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "شیخ علی کا تقویٰ کہاں میرا مکان کہاں[5]" یہ فقرہ واضح نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت نے مقام کہا ہو اور جامع ملفوظات نے مکان سمجھا ہو۔ ایک روز آپ نے ایک مرید سے کہا کہ اگر وہ فلاں کام کر بیٹھتا تو اس کا "تقویٰ چھوٹ جاتا۔"[6]

ایک روز شیخ موصوف نے بعض مریدوں کی کسی حرکت پر خفا ہو کر فرمایا "کھرے نادان ہیں۔ کھرے نادان ہیں[7]" ایک دن آپ نے ایک تنگ حجرہ دیکھ کر فرمایا "خاصا پنجرہ ہے[8]" آپ نے غالباً کسی شخص کی مالی امداد کی اور اس کے ساتھ ہی اسے کہا "ظاہر نکیجے ظاہر نکیجے[9]" کسی شخص نے اپنی مرضی سے کوئی وظیفہ پڑھنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا "نہ یوں تو ذوق نہوی۔[10]"

ایک دن آپ کی مجلس میں سرکارِ رسالت مآبؐ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا "ہمیں رسولؐ کی لوک ہیں[11]" کسی شخص نے آپ سے کہا کہ فلاں شخص یوں کر رہا ہے تو آپ نے

---

۱ - ایضاً" ورق ۱۳ ب۔
۲ - ایضاً" ورق ۱۳ ب۔
۳ - ایضاً" ورق ۴ الف۔
۴ - ایضاً" ورق ۵ ب۔
۵ - ایضاً" ورق ۹ ب۔
۶ - ایضاً" ورق ۱۳ ب۔
۷ - ایضاً" ورق ۳ ب۔
۸ - ایضاً" ورق ۳ الف۔
۹ - ایضاً" ورق ۳ الف۔
۱۰ - ایضاً" ورق ۳ ب۔
۱۱ - ایضاً" ورق ۲ ب۔

فرمایا "اپنوں کون کیا"[1] یعنی ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

ملفوظات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ موصوف وقت کا شمار گھڑیوں سے کیا کرتے تھے، یعنی ایک گھڑی یا دو گھڑی[2]

شیخ وجیہہ الدین کے زمانے میں گجرات کی حالت

شیخ وجیہہ الدین کے ملفوظات میں گجرات کے بارے میں بڑی اہم معلومات ملتی ہیں۔ ایک روز انہوں نے حاضرین مجلس سے کہا کہ گجرات کی آب و ہوا کافی "ضعیف" ہے، اس لئے انہیں روغن ضرور استعمال کرنا چاہئے[3] اس زمانے میں نوساری کے حالات خراب تھے اور وہاں بغاوت ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان حالات میں وہاں سے ہجرت کر جانی چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں کہ کیا ہو گا لیکن وہاں سے ہجرت نہیں کرنی چاہئے[4]

اکبر نے ۱۵۷۲ء کے اواخر میں گجرات فتح کر لیا اور اپنے رضاعی بھائی خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے خود فتح پور سیکری چلا آیا۔ اکبر کی واپسی کے بعد محمد حسین مرزا کی قیادت میں امرائے گجرات نے احمد آباد کا محاصرہ کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گجرات کے علماء اور مشائخ نے بھی باغیوں کی طرف داری کی۔

جونہی اکبر کو اس صورت حال کا علم ہوا وہ گیارہ روز میں فتح پور سے احمد آباد پہنچ گیا۔ اکبر نے باغیوں کو شکست دے کر گجرات میں امن و امان قائم کیا۔ اس موقع پر خان اعظم نے احمد آباد کے کئی علماء اور مشائخ کو، جن میں شیخ وجیہہ الدین بھی شامل تھے، مجرموں کی حیثیت سے اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اکبر نے ان سے گفتگو کی اور ان کے جواب سے مطمئن ہو کر انہیں چھوڑ دیا۔[5]

شیخ وجیہہ الدین کے زمانے میں گجرات میں مہدوی فرقہ کو خاصا عروج ہوا۔ عبدالرحیم خان

---

۱ - ایضاً" ورق ۴ ب۔ مولوی عبدالحق نے یہ فقرہ یوں لکھا ہے: "اپنوں کو کیا کشف ہوئے یا نہوئے کام اس کا ہے۔" لیکن انہوں نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔

۲ - ایضاً" ورق ۸ ب۔

۳ - شیخ محمد، ملفوظات شیخ وجیہہ الدین گجراتی، ورق ۵ ب۔

۴ - ایضاً" ورق ۱۴ الف۔

۵ - کمساریٹ، تاریخ گجرات (انگریزی)، مطبوعہ مدراس ۱۹۳۸ء، ص ۵۲۵۔

خانان کے دورِ نظامت (۱۵۸۵ء۔ ۱۵۸۹ء) میں ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں[۱] گجرات میں بوہرے بڑی تعداد میں آباد تھے۔ اس قوم کے بہت سے افراد مہدوی فرقے میں شامل ہو گئے۔ ان حالات میں گجرات کے نامور عالم اور محدث شیخ محمد بن طاہر بوہرہ پٹنیؒ نے اپنے سر سے دستار اتار دی اور یہ عہد کیا کہ جب تک یہ فتنہ ختم نہیں ہو جاتا وہ اپنے سر پر دستار نہیں باندھیں گے[۲] جب اکبر گجرات آیا تو اس نے اپنے ہاتھوں سے ان کے سر پر دستار باندھی اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ انہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، بحیثیت حکمران اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فتنہ کا سدِّباب کرے[۳] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر اور اس کے شیخ الاسلام مولانا عبداللہ سلطان پوری کی کوششوں کے باوجود مہدویوں کی سرگرمیاں جاری رہیں۔

شیخ وجیہہ الدینؒ کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی ان کے عقاید اور افکار سے نالاں تھے۔ ایک موقعہ پر انہوں نے فرمایا کہ مہدوی بڑے جاہل ہیں۔ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا رہ کر مر جائے تو اسے بڑا اونچا مرتبہ ملتا ہے[۴] راقم الحروف کی یہ رائے کہ یہ نظریہ مہدویوں نے غالباً" جینیوں سے لیا ہے جن کے ہاں بھوکا پیاسا رہ کر مرنا باعث نجات سمجھا جاتا ہے۔ گجرات اور راجستھان کی سرحد پر مونٹ آبو جینیوں کا بہت بڑا مرکز ہے اور کاٹھیاواڑ میں سابق ریاست جونا گڑھ کی حدود میں کوہ گرنار پر جینیوں کے کئی مندر موجود ہیں[۵] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدویوں کو جینیوں سے ملنے کے مواقع میسر تھے اور ایسا عقیدہ انہوں نے جینیوں ہی سے لیا ہو گا۔ ایک روز حضرت نے مہدویوں کا ذکر کرتے ہوئے بڑے سخت الفاظ میں فرمایا: "این قوم بد تر از روافض است[۶]" ایک مجلس میں حضرتِ والا نے مہدویوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے کئی ملنے والے، جو مہدوی عقائد رکھتے ہیں، فوت ہوئے تو موصوف نے عالمِ کشف میں انہیں دیکھا تو انہیں بہت ہی بُرے حال میں پایا[۷]

جس زمانے میں گجرات میں گڑبڑ ہو رہی تھی، شیخ وجیہہ الدینؒ نے حضرت محمد غوث گوالیریؒ سے "تفرقۂ گجرات" ختم کرنے کے لئے دعائے سیفی پڑھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دینے سے صاف انکار کر دیا۔ ملفوظات کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ شیخِ موصوف گجرات کی صورتِ حال سے متفکر رہا کرتے تھے[۸]

۱ - آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان، مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ھ، ص ۴۵۔

۲ - رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، (اردو) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۴۴۰۔

۳ - نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۵ھ، ص ۸۹۶۔

۴ - شیخ محمد، ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی، ورق ۴ الف۔

۵ - شیخ غلام محمد، مرآت مصطفیٰ آباد (جونا گڑھ) مطبوعہ جونا گڑھ ۱۹۳۱ء، ص ۱۸۵۔

۶ - شیخ محمد، ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی، ورق ۴ ب۔

۷ - ایضاً" ورق ۴ ب۔ ۸ - ایضاً" ورق ۳ الف۔

شیخ حسام الدین متقیؒ

شیخ علی متقیؒ کے مرشد شیخ حسام الدینؒ کے بارے میں شیخ وجیہہ الدینؒ فرماتے ہیں کہ ان کا تقویٰ اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ مچھلی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں کھاتے تھے۔ (قرآن مجید میں مچھلی کے شکار کیلئے: احل لکم صید البحر آیا ہے)۔ ایک روز انہیں معلوم ہوا کہ جس دریا کی مچھلی وہ کھاتے ہیں اس دریا کے کنارے دس یا بیس کوس کے فاصلے پر کافروں کا ایک معبد ہے جہاں وہ مچھلیوں کے کھانے کے لئے آٹا دریا میں ڈالتے ہیں۔ شیخ حسام الدین کے دل میں یہ خیال گزرا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ وہی مچھلیاں کھاتے ہوں جنہیں کافر آٹا کھلاتے ہیں۔ انہوں نے اسی وہم کی بنا پر مچھلی کھانا بھی ترک کر دی اور چند روز بعد فوت ہو گئے[۱]

شیخ علی متقیؒ

شیخ علی متقیؒ کا شمار دسویں صدی ہجری کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔ موصوف کے بزرگوں کا اصل وطن جونپور تھا لیکن وہ خود برہانپور میں پیدا ہوئے۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ گجرات میں گزرا[۲] سلاطین گجرات ان کے علم و تقویٰ کی بنا پر ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب ہمایوں اور بہادر شاہ کے درمیان گجرات میں لڑائیوں کا آغاز ہوا تو شیخ موصوف گجرات سے مکہ مکرمہ چلے گئے[۳]

جب گجرات میں مہدویوں نے زور پکڑا تو شیخ علیؒ متقی، سید محمد مہدی جونپوری کا رد کرنے کے لئے مکہ مکرمہ سے گجرات آئے۔ جونہی سیّد محمد جونپوری کو ان کی آمد کی خبر ملی، موصوف احمد آباد سے ٹھٹھہ روانہ ہو گئے[۴] شیخ علی متقیؒ نے "علامات مہدی" کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں یہ ثابت کیا کہ مہدی کی علامات سیّد محمد جونپوری میں نہیں پائی جاتیں۔ انہوں نے رسالہ کے آخر میں حرمین شریفین کے ساٹھ جید علماء کی آراء بھی دی ہیں جن کے نزدیک مہدی جونپوری ــ کاذب و مبطل ــ تھا[۵] شیخ وجیہہ الدینؒ، شیخ علی متقیؒ کے بارے میں لکھتے

---

۱ - ایضاً" ورق ۴ ب۔

۲ - ان کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: زاد المتقین، تصنیف شیخ عبدالحق محدثؒ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۱۷۔

۳ - محمد اسحاق، علم حدیث کے مطالعہ میں ہندوستان کی خدمت، (انگریزی) مطبوعہ ڈھاکہ ۱۹۵۵ء، ص ۱۰۹۔

۴ - محمد بقا، ریاض الاولیاء، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، نمبر اورینٹل ۱۷۴۵، ورق ۲۰ الف۔

۵ - شیخ علیؒ متقی، رسالہ علامات مہدی، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، حبیب گنج کلکشن، نمبر ۲۴ - ۵ فارسی ورق ۲۸ ب۔

ہیں: شیخ علی انسان کے روپ میں فرشتہ تھے۔ ان جیسا متقی دنیا بھر میں پیدا ہونا محال ہے۔

ایک دوسرے موقعہ پر انہوں نے شیخ علی متقیؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "شیخ علیؒ کا تقویٰ کہاں اور میرا مکان کہاں۔"

کارِ عشق و محبت میراث نہیں ہوتا

ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ ایک پیرِ طریقت کے انتقال کے بعد عموماً اس کے فرزندوں اور خلفاء میں ٹھن جاتی ہے۔ فرزند یہ سمجھتے ہیں کہ صرف انہیں ہی اپنے والد کی مسند پر بیٹھنے کا حق حاصل ہے اور خلفاء یہ سمجھتے ہیں کہ فقر و معرفت میراث نہیں جو باپ سے بیٹے کی طرف نقل ہو۔

مخدوم اُخی جمشید راجگیریؒ کے ملفوظات میں درج ہے کہ ایک شیخ کے سات بیٹے تھے اور وہ سب کے سب جادۂ شریعت پر گامزن اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے۔ جب ان کے والد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جانشین کون ہو گا؟ باپ نے کہا کہ وہ اس امانت کا امین ہے، اس لئے اگر کسی غیر مستحق کو سجادہ پر بٹھائے گا، تو وہ عنداللہ خائن ہو گا۔ شیخ نے کہا کہ اس شہر میں ایک ہندو غلام ہے جو آب کاری کا کام کرتا ہے اسے بلا لائیں۔ بیٹے اس غلام کو اس کے مالک سے خرید لائے۔ شیخ نے اسے مشرف باسلام کر کے اپنا سجادہ اس کے حوالے کیا۔ جب بیٹوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا تو شیخ نے کہا کہ اگر باپ مرتے وقت مال چھوڑے تو بیٹے وارث ہوتے ہیں لیکن "کارِ عشق و محبت" میراث نہیں ہوتا[1]

شیخ محمد غوث گوالیریؒ کے نو فرزند تھے لیکن ان کے رُوحانی جانشین شیخ وجیہہ الدینؒ ہوئے۔ جامع ملفوظات رقم طراز ہیں کہ انہیں بھی اپنے پیر زادوں سے کافی تکالیف پہنچی تھیں[2]

تقسیمِ کار

شیخ وجیہہ الدینؒ نے ایک بار حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

علماء حفظِ ملک بسپاہیاں گزاشتند و خود بتدریس مشغول شدند، زیرا کہ تحفظِ ملک	علماء نے ملک کی حفاظت سپاہیوں پر چھوڑ دی ہے اور خود تدریس میں مشغول ہو گئے

۱۔ یحییٰ بن علی اصغر، ملفوظاتِ اُخی جمشید راجگیری، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، یونیورسٹی کلکشن، فارسیہ مذہب ۴ ر ۶۶ ورق ۵۹ ب۔

۲۔ شیخ محمد، ملفوظاتِ شیخ وجیہہ الدینؒ گجراتی، ورق ۱۳ الف۔

خلل در تدریس است ہمچنان صوفیاں را باید کہ تدریس بہ علماء گزارند۔ البتہ توجہ بتدریس در سیرِ باطن بغایت مخل است۔ درین شکی نیست[1]

ہیں کیونکہ ملک کی حفاظت کرنے سے تدریس میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح صوفیوں کو چاہئے کہ تدریس علماء پر چھوڑ دیں کیونکہ تدریس کی طرف توجہ سے سیرِ باطن میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

شیخ عبدالحق محدّثؒ سے روابط

۱۵۸۵ء میں شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ حج کے ارادے سے مکّہ جانے کے لئے گجرات پہنچے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ حاجیوں کے جہاز روانہ ہو چکے ہیں اس لئے اگلے موسم حج تک انتظار کرنا ہو گا۔ شیخ موصوف نے یہ عرصہ مانڈو اور احمد آباد میں گزارا۔ احمد آباد میں قیام کے دوران میں موصوف اکثر شیخ وجیہہ الدینؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوتے اور کسبِ فیض کرتے رہے[2]

عبدالرحیم خانخانان سے تعلقات

عبدالرحیم خانخانان ۱۵۸۵ء سے ۱۵۸۹ء تک گجرات کا صوبہ دار رہا۔ وہ اکثر شیخ وجیہہ الدینؒ سے ملتا رہتا تھا اور اس نے شیخِ موصوف کی سفارش پر متعدد علماء اور فضلاء کے وظائف مقرر کر دیئے تھے[3]

جہانگیر کی عقیدت

جہانگیر نے اپنے بارھویں سال جلوس (۱۶۱۷ء) میں گجرات کا دورہ کیا۔ ایک روز وہ بڑی عقیدت کے ساتھ شیخ وجیہہ الدینؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔ جہانگیر اس حاضری کے بارے میں لکھتا ہے کہ شیخِ موصوف کا مزار اس کی رہائش گاہ سے قریب صحنِ خانقاہ میں واقع ہے۔ موصوف شیخ محمد غوثؒ کے خلیفہ تھے لیکن ایسے خلیفہ جس کی خلافت مرشد کے لئے باعث فخر ہو۔

---

۱ - ایضاً" ورق ۹ الف۔

۲ - خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳، ص ۹۶ - ۹۷۔

۳ - عبدالباقی نہاوندی، مآثر رحیمی، مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۱ء، ج ۳، ص ۱۸۔

شیخ محمد غوثؒ سے شیخ وجیہہ الدینؒ کی ارادت شیخ محمد غوثؒ کی بزرگی کی ایک روشن دلیل ہے[1]

حضرت محمد شاہؒ کی عقیدت

احمد آباد کے مشہور ولی اللہ سیّد محمد شاہؒ (م ۱۷۵۰ء) کو شیخ وجیہہ الدینؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ ابتدائے سلوک میں انہوں نے ان کے مزار پر چلّہ بھی کیا تھا[2] آخرِ عمر میں موصوف روزانہ ان کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے جایا کرتے تھے[3] ان کا شاندار روضہ شیخ وجیہہ الدینؒ کے مزار سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ راقم الحروف نے ۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء کو دونوں مزاروں کی زیارت کی ہے۔

وفات اور تدفین

شیخ وجیہہ الدینؒ محرم الحرام کے آخری دن ۹۹۸ھ / ۱۵۸۸ء میں فوت ہوئے۔ "شیخ وجیہہ دین" سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے[4] موصوف اپنے مدرسے کے صحن میں دفن ہوئے۔ گجرات کے گورنر نواب مرتضیٰ خانؒ (۱۶۰۶ء- ۱۶۰۹ء) نے ان کے مزار کا چھپر کھٹ تعمیر کروایا' جس پر سیپ کا نہایت اعلیٰ درجے کا کام ہوا ہے[5] خانقاہ کی عمارات اکبر کے ایک امیر صادق خاں نے بنوائیں[6] فنّی اعتبار سے شیخ وجیہہ الدینؒ کا مقبرہ بڑا خُوب صُورت ہے اور خاص طور پر اس کی جالیاں دیکھنے کے لائق ہیں[7]

رُوحانی جانشین

شیخ وجیہہ الدینؒ کے خلفاء میں سے شیخ صبغتہ اللہ بھڑوچیؒ نے بڑا نام پایا۔ احمد آباد کے سلاطین ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے[8] موصوف برِعظیم سے ترکِ سکونت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے جبلِ اُحد پر سکونت اختیار کی۔ دیارِ حبیبؐ میں قیام کے دوران میں شیخ صبغتہ اللہ نے اپنے دادا مرشد حضرت محمد غوث گوالیریؒ کی مشہور تصنیف جواہرِ خمسہ کا عربی میں ترجمہ کیا[9] ان کی سب سے بڑی خدمت حرمین شریفین میں شطاریہ سلسلے کی ترویج و اشاعت ہے۔

۱ - جہانگیر' تزکِ جہانگیری' مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء' ص ۲۱۔
۲ - اَبُوظفر ندوی' تذکرۂ اقدس' مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۳۴ء' ص ۱۹۔
۳ - محمد اسلم' تاریخی مقالات' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء' ص ۸۶۔
۴ - علی محمد خان' مرأتِ احمدی' مطبوعہ بڑودہ ۱۹۳۰ء' ضمیمہ' ص ۷۰۔
۵ - محمد اکرام' رودِ کوثر' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء' ص ۳۹۳۔
۶ - جہانگیر' تزکِ جہانگیری' مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء' ص ۲۱۔
۷ - گزیٹیر بمبئی پریذیڈنسی' مطبوعہ بمبئی ۱۸۷۹ء' ص ۲۷۸۔
۸ - آزاد بلگرامی' سبحۃ المرجان' مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ھ' ص ۴۶۔
۹ - محمد مسعود احمد' ماہنامہ بُرہان دہلی' بابت ماہ اپریل ۱۹۶۲ء' ص ۲۲۵۔

سلطانِ ترکی نے ان کے زہد و ورع اور علم و فضل کی شہرت سن کر انہیں قسطنطنیہ آنے کی دعوت دی، لیکن شیخِ موصوف نے دیارِ رسولؐ کو چھوڑنا پسند نہیں فرمایا۔ شیخ صبغۃ اللہ نے ۱۶۰۷ء میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی[1]۔

علمی جانشین

شیخ وجیہہ الدینؒ کے ایک نامور شاگرد شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوریؒ تھے۔ شیخ فضل اللہ کا شمار برہان پور کے اکابر اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ اس دیار میں موصوف "نائبِ رسولؐ" کے لقب سے مشہور ہیں۔

شیخ محمد ۱۵۴۵ء میں احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت ان کے والدِ بزرگوار نے کی اور دینی تعلیم شیخ وجیہہ الدینؒ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد موصوف حجاز چلے گئے جہاں اس زمانے میں شیخ علی متقیؒ کی علمی شہرت کا ڈنکا چار دانگِ عالم میں بج رہا تھا۔ حجاز میں قیام کے دوران میں شیخ محمد نے شیخ علی متقیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان سے حدیث کی سند لی[2]۔

حرمین شریفین سے واپسی پر شیخ محمد نے برہان پور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا لیکن کچھ عرصہ بعد اسے ترک کر کے خود کو عوام کی رشد و ہدایت کے لئے وقف کر دیا۔ انہوں نے -- التحفۃ المرسلۃ الی النبی -- کے عنوان سے ایک مایۂ ناز کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب کا انڈونیشی اور ملائی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ شیخِ موصوف نے خود ہی اس کی ایک شرح -- الحقیقۃ الموافقۃ الشریعۃ -- کے عنوان سے قلمبند کی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے[3]۔

شیخ محمد بن فضل اللہ کا انتقال ۱۶۲۰ء میں ہوا۔

سجادگی

شیخ وجیہہ الدینؒ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کے خلف الرشید شیخ عبداللہ علوی مسندِ ارشاد پر بیٹھے لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ اسد اللہ نے مسندِ ارشاد کو زینت بخشی لیکن وہ بھی جلد ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ جب

---

۱ - محمد اکرام، رودِ کوثر، ص ۳۹۵۔

۲ - ایضاً۔

۳ - ایوانوف، فہرست مخطوطات فارسی، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۹۲۴ء، مخطوطہ (۳) ۱۳۲۸ عربی۔

۱۶۱۷ء میں جہانگیر احمد آباد آیا تو اس وقت شیخ اسد اللہ کے بھائی شیخ حیدر سجادہ نشین تھے۔ جہانگیر ان سے مل کر بڑا خوش ہوا اور اس نے ان کی سیرت و کردار کی بڑی تعریف کی ہے[1]

✪✪✪

۱۔ جہانگیر، تزک جہانگیری، ص ۲۱۱۔